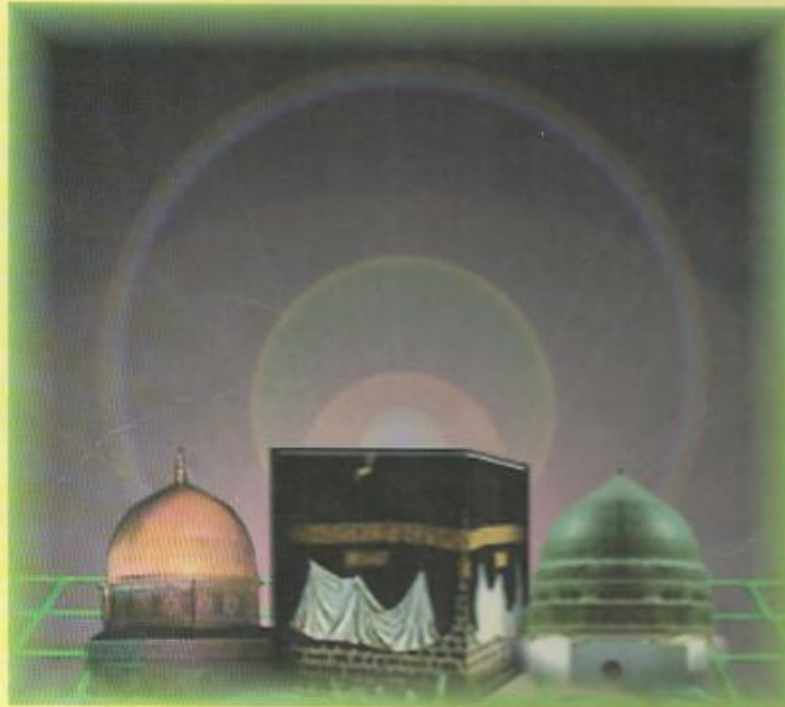




معراج سے قبل کیفیت نماز



مصنف

رئیس التحریر مناظر اہلسنت، سرمایہ اہلسنت، حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ

محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی (بہاولپور)

با اہتمام : **محمد کاشف اشرفی عطاری**

ٹرید ایوینو، حسرت مہتاب روڈ، میزبان ٹاور،
نزد پھر آف کامرس، کراچی۔ فون : 2432429
موبائل فون : 0303-7286258

قطب مدینہ پبلشرز

For Islamic Informations on Internet www.trueteaching.com
By World Islamic Network

الریحان گرافکس 4920983

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى والسلام على عباده الذين اصطفى
الاسيما على صاحب المعراج المصطفى وصحبه اجمعين

(یہ خطبہ سرکار اعظم حضرت قدس سرہ کا رسالہ "ایمان الہاج" میں ہے (اویسی غفرلہ)

الصلوة والعدك والوفاء كيفيته الصلوة قبل المعراج

مقدمہ

اما بعد ! والسلام پیدا انشی عالم ہوتے ہیں ایسے ہی بعض اولیاء
کا بلین کو بھی یہی شرف نصیب ہوتا ہے جیسے حضور غوث اعظم سیدنا شیخ
عبد القادر جیلانی و سیدنا قطب الدین غنیار کا کی رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہم
لیکن کمالات انبیاء و اولیاء کے منکرین اس کے برعکس انہیں کمال نبوت و
ولایت کے دور میں بھی ان کی لاعلمی و جہالت ثابت کرنے کی فکر رہتی ہے
یہی وجہ ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ کو اختیار نبوت سے قبل محض بے خبر و
لا علم کا عقیدہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک جبریل علیہ السلام نہیں
آئے انہیں تصور تک نہ تھا کہ میں نبی بنے والا ہوں (تفہیم القرآن وغیرہ)
دلیل میں قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں۔

ما کنت تدري ما الكتاب ولا ايمان (پ ۵ شوری نمبر ۹۲)
اس سے قبل تم نہ کتاب جانتے تھے اور نہ (ایمان) احکام حالانکہ بعد کا
مضمون بتاتا ہے کہ آپ اجمالاً سب کچھ جانتے تھے چنانچہ اسی آیت کا ہی
مضمون ہے کہ۔

ولكن جعلنا نور اباہا لیکن ہم نے اسے نور کیا

اور حدیث جبریل کو تو بوی قوی دلیل سمجھتے ہیں کہ غار حرا میں جب حاضر
ہوئے تو آپ کو علم نہ تھا کہ یہ کون ہے اور بار بار اقراء کما (پڑھ) تو آپ
فرماتے رہے "ما انا بقاء" ترجمہ کرتے ہیں "میں پڑھا ہوا نہیں
(تفہیم البخاری)

مطبوعہ کراچی حالانکہ یہ ترجمہ غلط ہے اس لیے قاری رسم فاعل
کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے "میں پڑھنے والا نہیں ہوں" فال کے معنی میں
لے جاتے ہیں جو فاعل بھی مفعول کبھی نہیں آتا اور غور کے قاعدہ پر فاعل
بھی حال و استقبال آتا ہے۔

طرفہ یہ کہ اس حدیث شریف سے نہ آپ کی جبریل سے لاعلمی کا
ثبوت ہے اور نہ آپ کو اقراء نہ پڑھنے سے کسی نے لاعلم کما یہ منکرین کی
بد قسمتی ہے جو ایسے غلط عقیدے گھڑے اس کی تفصیل و تحقیق و قیر کی
تصنیف "السبیل فی شرح حدیث جبریل" میں پڑھیے۔

استدلال الہست :

الہست کے اس موضوع پر بے شمار دلائل ہیں جنہیں فقیر نے
رسالہ امی لب "میں عرض کیے ہیں یہاں اتنا عرض ہے کہ مخالفین عیسیٰ
علیہا السلام کو پیدا انشی عالم مانتے ہیں جب کہ قرآن مجید میں واضح ہے کہ آپ
والدہ گرامی کی برات میں اپنی تمام سوانح عمر چند جملوں میں بتا رہے تھے انی
عبد اللہ وغیرہ وغیرہ (سورہ مریم کا رکوع ۸۲ اور موسیٰ علیہ السلام پیدا انشی
طور بان کے بغیر کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پی کر پھر عین میں فرعون کی
واڑھی نوچ کر اپنے علم کا اظہار کر رہے تھے وغیرہ وغیرہ

حضور علیہ السلام کے پیدائشی عالم ہونے کے بے شمار دلائل ہیں جنہیں فقیر نے ”امی القب“ میں درج کیے ہیں یہاں صف ایک مسئلہ (دلیل) کو مفصل عرض کرتا ہے وہ ہے معراج سے پہلے نماز کی ادائیگی۔

نماز قبل از معراج کی تفصیل امام اہلسنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی نے فرمایا پیش از اسراء دو وقت یعنی قبل طلوع شمس و قبل غروب کے نمازیں مقرر ہونے میں علماء کو خلاف ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیام لیل کی فرضیت باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں۔ (حوالہ جات)

در مختار میں ہے۔

(۱) الصلوة فرصت فی الاسراء ، وکانت قبلہ صلاتین ، قبل طلوع الشمس وقبل غروبها شمنی ۱۵ نماز (باقاعدہ طور پر) معراج میں فرض ہوئی تھی اس سے پہلے صرف دو نمازیں تھیں ایک طلوع سے پہلے دوسری غروب سے پہلے شمنی ۱۵ (ت)

(۲) مواہب الدنیہ میں ہے کہ

وال مقاتل کانت الصلوة واول فرضہا رکعتین بالغداة ورکعتین بالعشی لقوله تعالیٰ وسبح بحمد ربک بالعشے والا بکار، قال فی فتح الباری ، کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل الاسراء یصلی قطعاً وكذلك اصحابہ ولكن اختلف کهل افترض قبل الخمس شی من الصلوة ام لا ۹۰ فقیل ان الفرض کان صلاة قبل طلوع الشمس و قبل غروبها،

والحجة قیه قوله تعالیٰ وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها انتہی

پہلے مذکور دور کعتیں صبح اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویرے فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ معراج سے پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے لیکن انہیں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں تو کہا گیا ہے کہ ایک زمانہ طلوع سے اور ایک غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

”اور تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب سے پہلے۔“

(۳) امام نوری نے فرمایا کہ۔

اول ماوجب الانذار والدعاء الی التوحید ثم فرض اللہ تعالیٰ من قیام اللیل ماذکرہ فی اول سورة المزمل ثم نسخه بايجاب الصلوات الخمس لیلة الاسراء بمكة ما فی المواہب

”سب سے پہلے سنا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے قیام لیل فرض کر دیا جس کا سورہ مزمل کی ابتداء میں ذکر ہے پھر اس کو منسوخ کر دیا اس حکم سے جو سورہ مزمل کے آخر میں ہے، پھر اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اس کے بجائے مکہ مکرمہ میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ مواہب کی عبادت ختم ہوئی۔ (ت)

(۴) شرح مواہب اللدنیہ میں ہے کہ

ذهب جماعة الى انه لم تكن قبل الاسراء صلاة مفروضة الا ما وقع الا مره من صلوة الليل بالا تحديد وذهب الحربى الى ان الصلوة كانت مفروضة ركعتين بالغداة وركعتين بالعشى ، ورده جماعة من اهل العلم

کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی صرف رات کو نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی اور حرلی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض تھی دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو لیکن حرلی کی رائے کو اہل علم کی ایک جماعت نے رد کیا (۵) لقد اختلف فى هذه الصلوة هل هى الشرعية المعروفة او الغوية ؟ وصوب الاول لان النص يحمل على حقيقة الشرعية ما لم يتعذر وعلى هذا اختلف (هل هى فرض) ويدل عليه ، كما قال النعمانى حديث انس عند ابى حاتم ، المتقدم قريبا للمصنف (او نفل ؟ واذا قلنا فرض فای صلاة هى ؟ قال بعضهم الا قرب انها الصبح

معراج کے بیان میں ہے جہاں نبی کریم ﷺ کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے وہاں لکھا ہے (اس نماز میں اختلاف پایا جاتا ہے) کہ آیا اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا لغوی مشروعیت مراد ہے ؟ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر عمل کیا جاتا ہے مشروعیت معروفہ مراد لینے کے بعد اس میں اختلاف ہے (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ نعمانی نے کہا ہے کہ اس پر انس کی وہ حدیث دلالت

کرتی ہے جو ان اہل حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے۔

ويحتمل انتكون العشاء) والا احتملان ، كما قال الشامى ، ليسا بشئى سواء قلنا صلى بهم قبل العروج او بعده لان اول صلاة صلاها النبى صلى الله عليه وسلم من الخمس مطلقا الظهر بمكة باتفاق ومن حمل الاولية على مكة فطيه الدليل قال والذى نظهر انها كانت من النفل المطلق ، او كانت من الصلوة المفروضة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم قبل ليلة الاسراء وفي فتاوى النووى مايؤيد الثانى اه باختصار

تھوڑا سا پہلے مصنف نے بھی ذکر کی ہے (یا نفل ہے) اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے ؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو اور دونوں احتمال جیسا کہ شامی نے کہا ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتے ، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جانے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں ، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی اور جو شخص اس روایت کو مکہ کے ساتھ مختص کرے تو اس پر دلیل لازم ہے شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفل نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ ﷺ پر شب معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاویٰ نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔

فائدہ :

اللہ عزوجل کے اس فرمان سے استدلال کرنا کہ تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے، محل نظر ہے کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوئی ہے ”اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ“ اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کہ قرآن میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے، ابن عباس کا یہ قول فریانی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے اگرچہ ابن عباس کے اس کلمے سے استثناء کا فائدہ دینی ہیں وہ آیات جو میں بیان کر رہا ہوں اللہ جل ذکرہ فرماتا ہے ”ہر (پرندہ) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے“ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اگر وہ (یونس) تسبیح کہنے والوں میں نہ ہوتا تو یوم بعثت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا“ کیونکہ ظاہری یہ ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے جو اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت کی ہے ”پس پکارا اس نے اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں ہے تیرا سوا تو پاک ہے بے شک میں ظلم کرنے والوں میں تھا“ سعید ابن جبیر جو کہ ابن عباس کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں اور اس نے مندرجہ بالا کلمے کے راوی ہیں انہوں نے یہی تفسیر بیان کی ہے حسن بھری نے کہا ہے کہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک صالح عمل تھا البتہ ابن عباس یہاں بھی اپنے اصول پر رواں رہے ہیں اور تسبیح کہنے والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہونا، اس صورت میں جیسا کہ ضخاک نے کہا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو اس اطاعت (اور نماز وغیرہ) کے

صلے میں نجات دی تھی جو وہ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے کرتے رہے تھے معاملہ میں بھی اسی طرح ہے بہر حال اگر فصیح محمد ربک تسبیح سے مراد نماز لی جائے اور امر کو جو جب کے لیے کر دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا اس کا یہ جواب تو دیا جاسکتا ہے کہ دو میں حصر مقصود نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی لیکن اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اور ان کے اطراف میں ”بغیر کسی مفہوم کے رہ جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی دو نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی کیونکہ ان کا ذکر آیت کی ابتداء میں ہو چکا ہے۔

ازالہ وہم :

رہا متحائل کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ”اور تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے“ تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے بلکہ سرے سے بے کار ہے کیونکہ یہ آیت سورہ حم مومن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے، جس میں معراج کا ذکر ہے طویل زمانے کے بعد ہوا ہے چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ ”قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقراء باسم ربک نازل ہوئی پھر ”ن“ ابن ضریس نے یہ روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے پھر بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر حجر، پھر انعام، پھر ضحٰت، پھر لقمان پھر سبا،

پھر رمز پھر حم مومن، آخر تک تو پھر حم مومن کی آیت سے کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی نماز فرض تھی (جب کہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی نہیں ہوئی تھی) اسی لیے ترجمان القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے جیسا کہ معالم میں ہے اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واقعہ معراج اور رسول اللہ ﷺ کے بیت المقدس میں آنے کے بارے میں روایت کی ہے (اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے پھر ایک موزن نے اذان دی اور نماز کے لیے اقامت کہی گئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم سب صفیں باندھ کر اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ ہمارا امام کون بنتا ہے، تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کر دیا چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی جب میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا ”کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں جبریل نے کہا کہ آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ نے مبعوث فرمایا یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف زرقانی کے کلام میں نعمانی کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (ت)

فائدہ :

شاید دلیل پیش کرنے والے کا مطمح نظر یہ ہو کہ اس نماز میں اذان و اقامت ہوئی تھی اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہے لیکن اس پر اعتراض ظاہر ہے لہذا اس لیے کہ معروف اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع

ہوئی تھی جب کہ معراج ہجرت سے پہلے ہوا تھا اسی لیے زرقانی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ”ایک موزن نے اذان کہی“ کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لیے طلب کیے جانے سے ان کو آگاہ کیا ”اور نماز کے لیے اقامت کہی گئی“ کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس کے لیے تیار ہو گئے اور اس میں شروع ہو گئے اس لیے یہ اعتراض نہیں پیدا ہو گا کہ اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکہ میں ہوا تھا نیا اس لیے کہ اذان و اقامت کا فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو اقامت کے لیے ان کے مشروع ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے ”مشروعیت سے پہلے تخفیف پر کون سی دلیل ہے؟“ لہذا اس لیے اور یہ اعتراض و استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے کہ معراج رات کو ہوئی تھی اور یہ ہم جان چکے ہیں کہ رات کی نماز پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی تو کیا پتا، ہو سکتا ہے یہ وہی رات کی نماز ہو اس سے اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے جس کو ہو سکتا ہے کوئی متدل بطور دلیل پیش کرے یعنی مسلم کی وہ روایت جو ابو ہریرہ سے حدیث معراج میں مروی ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اور نماز کا وقت ہو گیا میں نے انہیں نماز پڑھائی۔

نماز پڑھنا معراج سے پہلے :

اس سے اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نمازیں پڑھتے، نماز شب کی فرضیت تو خود سورہ مزمل شریف سے ثابت اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا اور دو عام ازینکہ فرض ہو یا نفل، حدیث میں ہے۔

كان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس يصلون الضحى والعصر ، فكان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم واصحابه اذا صلوا اخوالنهار ، تفرقوا في الشعاب فصلوها فرادى

فرضیت ہجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے نبی کریم ﷺ صحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھائیوں میں متفرق ہو کر تنہا پڑھتے ، رواہ ابن سعد وغيره عن عذرة بنت ابی تجرة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکرہ فی ترجمتها من الاصابة اس کو ابن سعد وغيرہ نے عزیزہ بنت تہر اقر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے یہ بات اصحاب میں عزیزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔

فائدہ :

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع و تلیف کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز شریفہ سے مقررہ شروع ہے حضور علیہ السلام پر اول بار جس وقت وحی اتری اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اسی وقت حضور نے یہ تعلیم جبریل امین علیہ السلام نماز پڑھی اور اسی دن یہ تعلیم اقدس حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پڑھی دوسرے دن امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورہ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے ،

فقد اخرج احمد وابن ماجه والحارث فی مسنده وغيرهم عن اسامة بن زيد عن ابيه رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اول مالوحی الیہ ، فاراه الوضوء والصلوة فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفة من ماء

فنضح بها فرجه اہ وفي سيرة ابن اسحق وسيرة ابن هشام ، والمواهب اللدنية من المقصد الاول ، و کتاب الخمیس وافضل القرى القراء ام القرى للامام ابن حجر المکی ، ثم حاشية الكنز للعلامة السيد ابی السعود الا زهری ثم حاشية الدر للعلامة السيد احمد الطحطاوی و هذا لفظ القسطلانی ، مزید امن الزرقانی (قدروی) مرضه لان له طرقا لا تخلو من قال ، لكنها متعددة يحصل باجتماعها

تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا ! اس جب وضوء سے فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنے

اس قسم کی روایات سے بعض شوم بخوں نے استدلال کیا کہ (معاذ اللہ) جبریل علیہ السلام حضور سرور عالم ﷺ کے استاد ہیں حالانکہ معاملہ برعکس ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ اسلاف کا عقیدہ ہے

جبریل امین خادم ذربان محمد ﷺ کے خادم و دربار ہیں ، اور یہی حق ہے تفصیل و تحقیق فقیر کے رسالہ ”جبریل امین خادم ذربان“ کا مطالعہ کیجئے اور شرح حدائق بخشش میں بقدر ضرورت عرض کیا گیا ہے۔

اور اس قسم کی حدیثوں کا جواب یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کو تعلیم نہیں دیتے تھے بلکہ یہود و دیگر اہل کتاب کے لیے نشان راہ دیتے تھے کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی ایک نشانی یہ بھی ہوگی کہ ان کے پاس جبریل علیہ السلام حاضر ہو کر احکام و مسائل کا اظہار کریں گے ، جیسا کہ حدیث مذکور میں ہے اور اوقات الصلوٰۃ کی روایت ہے کہ ایک دن جبریل علیہ السلام نے اول وقت میں نماز پڑھ کر دکھائی ، دوسرے دن آخری وقت میں تو اس سے حضور علیہ السلام کی شاگردی کہاں سے ثابت ہوئی (فافهم ولا تنکن من الوہابین) محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

فرج پر چھڑکا۔ سیرت ابن اسحق میں، سیرت ابن ہشام میں مواہب اللدنیہ کے کتاب الشمس میں، ابن جریر کی افضل القری لقراء ام القری میں، سید ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحاوی کے حاشیہ در مختار میں مذکور ہے اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زر قانی سے اضافہ کیا گیا ہے (روایت کی گئی ہے) بصیرۃ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں لیکن چونکہ متعدد ہیں۔

لقوة (ان جبریل بدالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وھوبا علی مکة کما عندابن اسحق، ای بجبل الحراء، کما فی الخمیس (فی احسن صورة واطیب رائحة قتال، یا محمد ان اللہ یتربک السلام و یقول لک انت رسولی الی الجن والا نس فادعهم الی قول لا اله الا اللہ، ثم ضرب برجله الارض فنبتت عین ماء فتوضا منها جبریل زادابن اسحق و رسول اللہ ینظر الیہ، لیریه کیف الطهور الی الصلوة (ثم امره ان یتوضا وقام جبریل یصلی، وامره ان یصلی معہ زادفی روایۃ ابی نعیم عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فصلی رکعتین نحو الکعبۃ (فعلمه الوضوء والصلوة ثم عرج الی السماء ورجع رسول اللہ ﷺ لا یمر بحجر ولا مدر ولا شجرة لا وهو یقول: السلام علیک یا رسول اللہ حتی اتی خدیجة، فاخبرھا، فغشی علیھا من الفرح، ثم امرھا فتوضات، وصلی بیھا کما صلی بہ جبرئیل) زاد فی روایۃ وکانت اول من صلی (فکان

ذلک اول فرضہا) ای تقدیرھا (رکعتین) اھ ولہ تمام سیاتی۔ واخرج الطبرانی عن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول يوم الاثنين وصلت خدیجة آخره، وصلی علی يوم الثلاثاء (لمعجم الکبیر للطبرانی عن عبید اللہ ابن ابی رافع حدیث ۹۵۲ مطبوعہ المکتبة بیروت)

اس لیے ان کے اجتماع سے قوت حاصل ہو جاتی ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئے جب کہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے جیسا کہ سیرت ابن اسحق میں ہے یعنی کوہ حرا پر تھے جیسا کہ خمیس میں ہے (اچھی صورت اور عمدہ خوشبو میں اور کہا "اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لیے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا) ابن اسحق نے اضافہ کیا ہے کہ "اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہ کو نماز کے لیے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں پھر جبریل علیہ السلام نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں، ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کیا ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے قبلہ رودور کعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ گھر کی طرف واپس تشریف لائے تو راستے میں جس پتھر، ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا "السلام علیک یا رسول اللہ" یہاں تک کہ آپ خدیجہ

کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی وضوء کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے آپ کو پڑھائی تھی (ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں) (تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی) یعنی اس کا اندازہ تھا (دو رکعتیں) اھ اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا، اور طبرانی نے ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سوموار کے ابتدائی حصے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن (ت) سوال: معراج سے پہلے حضور اقدس ﷺ نماز کس طرح پڑھتے تھے؟

جواب: ملاحظہ آیات واحادیث سے ظاہر ہے کہ وہ نماز اسی انداز کی تھی اس میں طہارت ثوب بھی تھی قال تعالیٰ فی سورة المدثر، وثیابک فطهر (اللہ تعالیٰ نے سورہ مدثر میں فرمایا ہے "اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو) وضو بھی تھا کما تقدم انفا) (جیسا کہ ابھی گزرا ہے) استقبال قبلہ بھی تھا۔

کما مر من حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا، وردی ابن اسحق فی سیرتہ قال حدثنی عبداللہ ابن نجیح المکی عن اصحابہ، عطاء ومجاهد وعمن روی ذلک فساق حدیث اسلام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفيہ، فجعلت امشی رویدا ورسول اللہ ﷺ قائم یصلی یترو القرآن، حتی قمت فی قبلتہ مستقبلاً، ما بینی وبينہ الاثیاب الکعبۃ. قال: فلما سمعت القرآن

رق له قلبی الحدیث (رواء الطبرانی بیروت ص ۳۲) جیسا کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث گزری ہے اور ابن اسحق نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے عبداللہ بن نجیح مکی نے اپنے ساتھیوں عطا اور مجاہد سے اور کچھ لوگوں سے جنہوں نے یہ روایت بیان کی ہے اس کے بعد ابن اسحق نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے اس میں ہے کہ (عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں) میں آہستہ آہستہ چلتا جا رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور قرآن کی تلاوت کر رہے تھے یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے آپ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا میرے اور آپ کے درمیان کعبے کے غلاف کے سوا کوئی حائل نہیں تھا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن سنا تو میرا دل اس کے لیے نرم ہو گیا۔ (الحدیث)

فائدہ

۱۔ تکبیر تحریمہ، بھی تھی قال تعالیٰ، و ربک فحمرہ (اور اپنے رب کی تکبیر کہہ (ت) وقال عزاسمہ فی سورة الاعلیٰ لنازلہ قد ما واذکرسم ربہ فصلى (اور اللہ تعالیٰ نے سورہ اعلیٰ میں جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے کہا ہے "اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی"

(۲) قیام بھی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یا یہا المزمّل قم الیل الایات الی قولہ جل ذکرہ ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی الیل ونصفہ

وثلثه وطائفة من الذين معك .

اے اوڑھنے والے! رات کو قیام کیا کرو اور اس سے بعد کی آیتیں اس آیت تک ”بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتا ہے کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات، اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے۔“

(۳) قرأت بھی تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاقروا اما تيسيرا من

القرآن

”پس پڑھو جتنا قرآن میسر ہو سکے“ اور مقاتل کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں رات کی فرض تھیں، اس کے تحت زر قانی نے کہا ہے ”ممکن ہے کہ نزول فاتحہ سے پہلے رسول اللہ ﷺ ان رکعتوں میں سورۃ اقراء کی وہ آیات پڑھتے ہوں جو نازل ہو چکی تھیں۔“

زر قانی علی المواہب ص ۲۸۴ جلد ۱

۴۔ رکوع بھی تھا۔

لیکن اس میں اختلاف ہے جو عنقریب آ رہا ہے اور جن احادیث میں معراج سے پہلے نماز پڑھنے کا بیان ہے، ان میں بجز ت رکعات یا دو رکعتوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک تو وہی ہے جو ابھی ابو نعیم کے حوالے سے گزری تھی کہ نماز پڑھی دو رکعتیں اور ابو نعیم کے علاوہ ایک دوسرے محدث کی روایت کہ ابتداء میں صرف دو رکعتیں فرض تھیں اور رکعت کی وجہ تسمیہ ہی یہ ہے کہ اس میں رکوع پایا جاتا ہے۔

(۵) سجدہ بھی تھا۔

جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں ابو جہل اور دیگر کفار لعنہم اللہ کی ایذا رسانی کا ذکر ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو کفار نے ان کے سجدہ پر نگاہ رکھی اور آپ پر وہ کچھ ڈال دیا (یعنی او جھڑیاں وغیرہ) جس کے بدلے میں بدر کے کنوئیں میں ملعون کر کے پھینک دیئے گئے اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سی معروف ہے اور اس میں ہے کہ کوئی جا کر او جھڑیاں لائے پھر محمد کو اتنی مہلت دے کہ وہ سجدے میں چلا جائے اس وقت اس کے شانوں کے درمیان او جھڑیاں رکھ دے راوی کہتا ہے کہ ان میں سے جو بہت بد نعت تھا وہ اس کام کے لیے تیار ہو گیا اور جب رسول اللہ ﷺ سجدے میں گئے تو اس نے او جھڑیاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدے میں پڑے رہے، الحدیث اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ اقراء میں فرمایا ہے، ”اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو“ (بخاری شریف ص ۳۱ جلد ۱)

۶۔ جماعت بھی تھی۔ جیسا کہ بحث والی حدیث گزری

عن ابن اسحق، ثم قام به جبرئیل فصلی به وصلی رسول اللہ ﷺ بصلاته (ابی ان قال فی خدیجة) صلی بہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما صلی جبرئیل فصلت بصلاته اه وقد قال تعالیٰ وطائفة من الذين معك واخرج الشيخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث

مجئی الجن الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول البعث انہم اتوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو یصلی باصحابہ صلاة الفجر قال الزرقانی المراد بالفجر الركعتان اللسان کان یصلیہا قبل طلوع الشمس (زرقانی ص ۳۴۹ جلد ۲)

اس کے الفاظ یعنی ابن اسحق کے ہاں اس طرح ہیں ”پھر جبریل آپ کے سامنے کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی چنانچہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مطابق نماز پڑھی، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے“ بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتداء وحی کے دوران رسول اللہ ﷺ کے پاس جنات کے آنے کا ذکر ہے اس میں ہے کہ جب جنات آپ کے پاس آئے اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دور کعتیں ہیں جو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ الخ

۷۔ جبر بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

قل اوحی الی انہ استمع نثر من الجن فقالوا انا سمعنا قرانا عجباً یہدی الی الرشید فامنا بہ

کو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو

کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور جنات نے رسول اللہ کی یہ قرأت نماز فجر میں سنی تھی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

روى ابن سنجر فى مسندہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”خرجت القرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل ان اسلم فوجدنہ قد سبقنن الی المسجد ثمت خلفہ فاستفتح سورة الحاقة فجعلت اتعجب من تالیف القرآن فقلت هو شاعر کما قالت قریش فقراء انہ لقول رسول کریم، وما هو بقول شاعر قليلا ماتؤمنون فقلت کاہن علم ما فی نفسی فقراء ولا یقول کاہن قليلا ما تذکرون الی آخر السورة فوقع الا سلام فی قلبی کل موقع اقوال : لکن ذکر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیثہ المذکور نزول الحاقة بعد بنی اسرائیل بسبع وعشرين سورة وجعلها من اواخر ما نزل بمكة ولا یظهر الجمع بان بعضها نزول یمما فسمعه عمر قبل ان یسلم وتاخر نزول الباقي واعتبرا بن عباس بالاکثر فان امیر المؤمنین یقول فی هذا الحدیث ان صبح فاستفتح سورة الحاقة ویذکر الايات من اواخرها ثم یقول الی آخر السورة فاللہ تعالیٰ اعلم ، بل قال مجاهد فی قوله تعالیٰ فأصدع بما تؤمر هو الجهر بالقرآن حکاہ فی المواهب من المتقصد الاول قال قالوا وکان ذلک بعد ثلاث سنين من النبوة قال الزرقانی تبرأ منه لجزم الحافظ فی سیرتہ بان نزول الاية کان فی الستة

الثالثہ (زر قانی ص ۲۸۷ جلد ۱)

ابن اسحق کی روایت بھی گزر چکی ہے جو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے اور ابن اسحق نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں "اسلام لانے سے پہلے ایک دن میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لیے گھر سے نکلا تو آپ اس وقت مسجد کو جا چکے تھے میں جا کر ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا انہوں نے سورۃ الحاقہ شروع کی تو میں قرآن کی تالیف و ترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہے، اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی "اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو" میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہے کہ اس کو میرے دل کی بات معلوم ہو گئی، اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی "نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو" سورۃ کے آخر تک چنانچہ اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر گیا اقول (میں کہتا ہوں) لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ کا نزول اس وقت ہوا جب سورہ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور ابن عباس نے الحاقہ کو ان سورتوں میں شمار کیا ہے جو مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں (پھر حضرت عمر نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے کس طرح سن لی تھیں، جب کہ وہ نبوت کے چھپے سال میں ایمان لائے تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی نہیں ہوئی تھی اور یہ تطبیق کرنا غیر ظاہر ہے کہ ہو سکتا ہے اس کا کچھ حصہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت نے عمر نے اس کو سن لیا ہو اور باقی ماندہ زیادہ تر حصہ بعد میں نازل ہوا ہو۔ اور حضرت ابن عباس نے اکثر باقی ماندہ حصے کے نزول کو ملحوظ رکھا ہے، غیر

ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلام عمر والی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں "پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الحاقہ پھر سورۃ کے آخری حصے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں "سورت کے آخر تک" (یعنی اس روایت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہو چکی تھی پھر مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہو سکتی ہے؟ پس اللہ ہی بہتر جانتا ہے بلکہ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا "اے نبی جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اس کا اعلان کرو" اس سے مراد قرآن کو جہرا پڑھنا ہے یہ بات مواہب کے مقصد اول میں مذکور ہے صاحب مواہب نے کہا "کہتے ہیں کہ یہ آیات نبوت کے تین سال گزرنے کے بعد نازل ہوئی، اس کی شرح میں زر قانی نے کہا ہے کہ "کہتے ہیں" کہہ کر (ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہوئی تھی۔

خلاصہ کلام :

جہاں تک نظر کی جاتی ہے نماز سابق اصول و ارکان میں اسی نماز مستقر کے موافق نظر آتی ہے بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں بعد فکان ذلک اول فرضہا رکعتیں (ابتداء میں نماز کی دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں) کے فرمایا۔

ثم ان الله تعالى اقرها في السفر كذلك و اتمها في الحضر

پھر اللہ تعالیٰ نے سفر میں دو رکعتیں برقرار رکھیں اور حضر میں (چار) مکمل

کردیں۔

شرح زر قانی میں ہے

اقرها ای شرعها علی هیاء ما کان یصلیہا (زر قانی ص ۲۷۳-۲۷۴ جلد ۱)

”برقرار رکھیں“ کا مطلب یہ ہے کہ ان دور کعتوں کو اسی طرح مشروع قرار دے دیا جس طرح آپ پہلے سے پڑھتے تھے۔

قبل اس سے ظاہر یہ ہوا کہ پیش از معراج دور کعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علماء فرماتے ہیں معراج سے پہلے رکوع اصلانہ تھانہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں رکوع ہمارے نبی کریم ﷺ اور ان کی امت مرحومہ کے خصائص سے ہے، کہ بعد امر اعطاء ہوا بعد معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نماز ظہر پڑھی گئی اس تک رکوع نہ تھا اس کے بعد عصر میں اس کا حکم آیا اور حضور و صحابہ نے ادا فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سلم مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں۔

باب اختصاصه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مارکوع فی الصلوة ذکر جماعة من المفسرین فی قوله تعالیٰ وارکعوا مع الراكعين ان شروعية الركوع فی الصلوة خاص بهذه الملة وانه لارکوع فی صلاة بنی اسرائیل ولذا امرهم بالركوع مع امة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلت وقد یستدل له بما اخرجه البزارو الطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،

قال ، اول صلاة رکعنا فیہا العصر ، فقلنا یا رسول اللہ ما عذا قال بهذا امرت ووجد الاستدلال انه صلی اللہ قبل ذلک صلاة الظهر وصلی قبل فرض الصلوة الخمس قیام اللیل وغیره ذلک فکون الصلوة السابقة بلا رکوع قریبة لخلو صلاة الامم السابقة منه (خصائص کبریٰ ص ۲۷۵ جلد ۲)

باب اس بیان میں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں رکوع کے ساتھ مختص ہیں، مفسرین کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ“ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نماز میں رکوع کا ہونا اس امت کے ساتھ خاص ہے اور بنی اسرائیل کی نماز میں رکوع نہیں تھا اسی لیے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ امت محمد ﷺ کے ساتھ رکوع کریں اور اس پر دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی ہے کہ پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا وہ عصر کی نماز تھی تو ہم نے کہا ”یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟“ تو آپ نے فرمایا ”مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے“ استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی تھی، اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے قیام لیل بھی کرتے تھے کچھ اور نوافل بھی پڑھتے تھے تو ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی امتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا۔ (۱۷-ت)

شرح زر قانی مقصد خامس میں ہے

الركوع من خصائص الامة وماصلاه المصطفى ﷺ قبل الاسراء لا رکوع فیہ وكذا ظهر عقب الاسراء واول

صلوة برکوع العصر بعدھا
رکوع اس امت کی خصوصیات میں سے ہے اور مصطفیٰ ﷺ معراج سے پہلے
جو نمازیں پڑھا کرتے تھے ان میں رکوع نہ تھا اسی طرح معراج کے بعد جو
ظہر پڑھی (اس میں بھی رکوع نہ تھا) اس ظہر کے بعد آپ نے جو عصر پڑھی
تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا۔

آنکھوں دیکھا حال :

یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو استناد صحیح و حسن ہے ورنہ
اس کا صریح معارض حدیث عصفیہ کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موجود
کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے کعبہ کے سامنے بیٹے تھے دن خوب
چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر رو بہ کعبہ کھڑے
ہو گئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے اور ان کے دہنے ہاتھ پر قائم
ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں پھر
جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سر مبارک
اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے انہوں
نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حال پوچھا کہ یہ جوان میرے بھتیجے
محمد بن عبد اللہ ﷺ ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجہ
الکبریٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما، میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے
مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان
ہوئے ہیں۔

اخرج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی التاریخ عن عصفیہ

الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال جنّت فی الجاہلیۃ الی مکة
وانا ارید ان ابتاع لا ہلی من ثیابہا و عطرہا فاتیبت العباس
وکان رجلا تاجرا فانی عنده جالس انظر الی الکعبۃ وقد کلفت
الشمس وارتفعت فی السماء فذهبت اذا قبل شاب فنظر الی
السماء ثم قام مستقبلاً الکعبۃ فلم البث الا یسیرا حتی جاء
غلام فقام عن یمینہ ثم لم یلبث اویسیرا حتی جاء ت امرأۃ
فقامت خلفہما فرکع الشاب فرکع الغلام والمرأۃ فسجد الشاب
فسجد الغلام والمرأۃ ، فقلت یا عباس ! امر عظیم، فقال امر
عظیم تدری من هذا الشاب ؟ هذا محمد بن عبد اللہ ابن اخی ،
تدری من الغلام ؟ هذا علی ابن اخی دری من هذه المرأۃ ؟ هذه
خدیجۃ بنت خویلد، زوجته ان ابن اخی هذا احذثنی ان ربہ ، رب
السموات و الارض امرہ بهذا الدین ولم یسلم معہ غیر هؤلاء
الثلثۃ ۱۰ فیہ سعید بن خثیم الہلالی قال الازدی منکر الحدیث
عن اسد بن عبد اللہ العسری قال البخاری لا یتابع علی حدیث
ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں عصفیہ کندی رضی اللہ
عنہ سے تخریج کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا میں
مکہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا اس لیے عباس کے پاس آیا کیونکہ وہ
تجارت کیا کرتے تھے ابھی میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور سورج خوب روشن
تھا اور آسمان پر بلند ہو چکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان آئے اور آسمان کی طرف
دیکھا پھر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور
جوان کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک

خاتون آئیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں جو ان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا وہ جو ان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے جو ان سجدے میں گئے تو وہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے میں نے کہا "اے عباس یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے" عباس نے کہا ہاں بڑا معاملہ ہے جانتے ہو یہ جو ان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا، جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ خدیجہ بنت خویلد ہے جو ان کی بیوی، میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے اس کو اس دین کا حکم دیا ہے اور ابھی ان تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے اس میں ابن خنیم ہلائی ہے، ازدی نے کہا ہے کہ سعید، اسد بن عبد اللہ العسری سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔ بخاری نے کہا اور دعویٰ اختصاص امت پر آئیہ کریمہ وطن داود انما فتنہ فاستغفر ربہ وخرر اکعاواناب (اور داؤد) نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور امانت اختیار کی) کے درود میں اگر تامل بھی ہو فان کثیر امنهم فسروا ههنا الركوع بالسجود وان قال الحسين بن الفضل ان معناه خربعد ماکان راكعا ای سجد (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجود مراد لیا ہے اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ "گر گیا" کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدہ میں چلا گیا، تو آئیہ کریمہ مریم اقلنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین (اے مریم! عاجزی اختیار کرو اپنے رب کے روبرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں

کے ساتھ رکوع کرو) ظاہرہ اور وہ ہے معاملہ میں ہے۔ ازالہ وہم:

کہا گیا ہے کہ یہاں سجدہ کا ذکر رکوع سے پہلے اس لیے ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدے سے پہلے تھا اور دو ترتیب کے لیے نہیں ہے بلکہ جمع کے لیے ہے۔

قائمہ وراکع وساجد رواہ الحسن بن عرفة و ابو نعیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے نبیوں کو جانا کہ کچھ قیام میں ہیں کچھ رکوع میں اور کچھ سجود میں اس کو حسن ابن عرفة اور ابو نعیم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مسجد اقصیٰ میں تشریف فرما ہوئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں نص مفسر غیر قابل التاویل ہے۔

پچھلے صفحے کا ماثیہ

۱۔ حاشیہ اصل کتاب میں کتاب کا لکھا ہوا اس طرح ہے بعض تصحیح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ شاید العسری ہوا امام احمد رضا نے فرمایا کہ میں کتابوں میں سے نزدیک یہ لفظ العسری ہے العسری کوئی لفظ نہیں، انساب میں ہم اس پر اصلاً مطلع نہ ہو سکے یہ اسد بن عبد اللہ بن یزید بن ابی خالد العسری کے بھائی ہیں قاف پر زبر اور سین پر جزم ہے اس کی حدیث میں کس دردی ہے پانچویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ایک سو قس ہجری میں ان کا وصال ہوا انہوں نے اپنے والد اور یحییٰ بن عقیف الکندی سے روایت کی ہے اور ان سے سعید بن خنیم و سلم بن قتیہ اور سلیمان بن صالح سلویہ نے روایت کی ہے یہ غرامان کے امیر تھے بڑے سخی اور لائق تعریف تھے۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان کی حدیث میں متابعت کی گئی جیسا کہ الترمذی و ابوالہذیب میں ہے۔

روایت کیا ہے کیونکہ یہ تقسیم کا فائدہ دیتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ خشوع قیام اور سجود کے بالمقابل ایک قسم ہو، اس سے مسترد ہو گئی وہ بات جو علامہ زر قانی نے یہاں ذکر کی ہے انہوں نے ”کچھ قیام میں، کچھ رکوع میں کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے ”یعنی اس طرح خشوع کرنے والے جس طرح رکوع کرنے والا کرتا ہے“ اب یہ اعتراض پیدا نہیں ہو گا کہ رکوع اس امت کی خصوصیات سے ہے، آخر تک جیسا کہ ہم پہلے زر قانی سے نقل کر چکے ہیں اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں بھی وہی خالی ہے جو ہم زر قانی ہی سے نقل کر چکے ہیں کہ نص جہاں تک ہو سکے اپنی شرعی حقیقت پر حمل کی جائے گی اور (یہاں شرعی حقیقت مراد لینا) ممکن ہے اور باقی امتوں میں سے اس امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انبیاء سے رکوع کا صدور ہوتا رہا ہے خصوصاً ان انبیاء کے وصال کے بعد خصوصاً نبی الانبیاء ﷺ کی شریعت ظاہر ہونے اور باقی انبیاء کی شریعتیں یکسر منسوخ ہونے کے بعد اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود کے ساتھ مذکور ہونا واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ انبیاء کے لیے تین قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود، کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تھا وہ ختم ہوا،

فائدہ :-

(حضرت علی) والی حدیث اگر اس پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں تو ملتِ ابراہیم کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر

بطریق اولیٰ دال ہو گی کیونکہ ہماری ملت تو ملتِ ابراہیمی ہے باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور عہد کیا ہم نے ابراہیم واسمعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اور جب ٹھکانا بنا دیا ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھہراؤ میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لیے، قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے اور یہ دعویٰ کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے مراد صرف امتِ محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے صلی اللہ علیٰ الحبيب وآلہ وامتہ وبارک وسلم خلاصہ :-

مدارِ کارِ صحت حدیث مذکور طبرانی و ہزار پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہو گا کہ معراج شریف سے پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق دلائل حق باہم یکساں و متوافق ہیں۔ خاتمہ

بہر حال! قبل معراج آپ کی نماز کی تفصیل بتاتی ہے کہ وحی جبریلی کے محتاج تھے آپ کو اللہ تعالیٰ سے سے بلا واسطہ بھی تعلق تھا اور وہ حکم بھی وحی کہلاتا ہے جو بلا واسطہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ”ما یبسطق عن السہوی“ الاوحی یوحی اسی بلا واسطہ وحی سے آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وسیع تر علم نصیب ہوا اسی لیے اہلسنت کے قاعدہ پر آپ کی تعلیم براہِ راست اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے

علمنی ابی فاحسن تعلیمی ”مجھے میرے رب تعالیٰ نے پڑھایا اور خوب پڑھایا اس معنی پر آپ کا معراج سے قبل اتنا بشارت مطالب کا حل فرمانا اسی قاعدہ پر تھا۔

نوٹ: رسالہ کا مضمون اور تحقیق امام اہلسنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے رسالہ ”جہان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج“ (تاج کا موتی جس میں معراج سے پہلے نماز کا بیان ہے) کی مرہون ہے فقیر نے تحقیق اور مقدمہ و خاتمہ کا اضافہ کیا ہے اور بس

هذا آخر ما رقم قلم الثقییر التادری

ابی الصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

بہاولپور پاکستان

وارد باب المدینہ کراچی

۶ رمضان ۱۴۱۹ھ

